



مظلوم پیر و ظالم

بقلم بسمہ عجاز

A PDF By Koh Novels - Urdu

KoH Novels - Urdu

Presents

A Bisma Ijaz's Novel

Mazlum Hero Zalim Heroine

— — —

یار کیا کوئی ایسا ناول نہیں جس میں لڑکا لڑکی سے چھوٹا ہو اور اسے بہن سمجھتا ہو اور لڑکی زبردستی اس سے شادی کر لے پھر ہیرو میں اپنا پیار جگانے کے لیے اس سے تھوڑی سی مار کٹائی کرے اور اینڈ پہ آکھ دونوں مل جائیں۔
اگر نہیں ہے تو پھر میں ہی لکھ دیتی ہوں۔۔

آپ مجھ سے کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں میں نے ہمیشہ آپکو بڑی بہن سمجھا ہے؟

ہیرو نے اپنی معصوم اور بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو بھر کر پوچھا تھا۔ ہیروین کا دل اسے یوں دیکھ کر بس سے باہر ہو گیا اور سڑک پہ سامنے سے آتے ٹرک سے ٹکرا کر ٹوٹے ٹوٹے ہو گیا۔ کیوں کہ اس نے اگلی بات ہی کچھ ایسی کی تھی۔

A Super Platform New Writers

” www.kohnovelsurdu.blogspot.com ”

پلیز آپ کیوں میرے پیچھے پڑی ہیں؟ شادی سے انکار کر دیں۔

وہ دو قدم آگے بڑھی۔ اسکا بازو دبوچ کر اپنے سامنے کیا۔ اگرچہ وہ عمر میں اس سے چھوٹا تھا مگر قد میں اس سے بھی لمبا تھا۔ بچپن میں وہی تو اسے سپرنگ کی کھینچ کھینچ کر لمبا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تم نے اگر میرے علاوہ کسی اور کا سوچا بھی تو تمہارا بھیجا نکال کر کھانا پکاں گی۔ مغز ویسے بھی اب ہاتھ نہیں آتا بڑا مہنگا ہو گیا ہے۔

نہیں کروں گا میں آپ سے شادی۔۔ بری ہیں آپ۔۔ ظالم ہیں۔ میں آپ سے نفرت کرتا ہوں۔

چٹاخ۔۔ ہیرون نے ہیرو کی چلاتی زبان پہ تھپڑ مار کر پہرہ بٹھایا تھا۔۔

شادی تو تمہاری بس مجھ سے ہی ہوگی ہنی۔۔ اور آئندہ میرے سامنے زبان چلانے کی کوشش کی تو گدی سے کھینچ لوں گی۔ رہی محبت کی بات تو وہ شادی کے بعد ہو ہی جائے گی۔۔
سمجھے۔

درستی سے اسے صوفے پہ دھکا دے کر وہ نزاکت سے قدم اٹھاتی اور بل کھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ ہیرو کے سسکیوں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

فتنہ (ہیروین کا نام) نے اپنا ذاتی جہاز کالج کے گیٹ کے پاس کھڑا کیا اور خود اڑتی ہوئی اندر کی جانب بڑھی۔ یہ نقلی پر اس نے کل ہی امریکہ سے منگوائے تھے۔ اور آج انہیں پروں کے ساتھ اڑ کر وہ معصوم (ہیرو کا نام) کو متاثر کرنا چاہتی تھی۔

جیسے ہی وہ کالج گرانڈ میں پہنچی یہ دیکھ کر اس کے غصے کی انتہا نہ رہی کہ وہ کسی لڑکی سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔

یہ دیکھ کر اس کے دل کے ایک کونے میں بہت ٹھیس اٹھی۔ فوراً سے پہلے اس نے دل کو نکال کر ٹشو سے صاف کیا اور واپس لگا دیا پھر چیل کی طرح اڑتی ہوئی ان دونوں کے سر پہ پہنچ گئی۔

کیا ہو رہا ہے یہاں؟ اس نے گرجدار آواز نکالنی چاہی مگر حلق سے صرف پتلی سی منمنہٹ نکلی تھی۔

فتنہ تم ظالم ہیروین ہو آواز نکالو۔۔ اپنے آپ کو حوصلہ دیتے اب کی بار اس نے کان پھاڑ آواز نکالی۔۔

معصوم کیا کر رہے ہو تم اس لڑکی کے ساتھ؟۔

ہنستے مسکراتے معصوم کا چہرہ پل بھر میں تاریک ہوا تھا۔

وہ بمشکل اتنا ہی کہہ سکا۔ فتنہ جی آپ یہاں؟

وہ اتر کر زمین پہ آئی۔ اپنے لمبے خنجر جیسے ناخن اس کے بازو میں گھسیڑھے۔ معصوم کی اوپری جلد اکھڑ گئی تھی۔

اس کو ایک جانب گھسیٹ کر لاتے ہوئے اس کا منہ دبوچا۔

تمہیں شرم نہیں آتی ایک غیر اور نا محرم لڑکی سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہوئے۔ ہاں۔۔ بتا بہت مزے کی باتیں ہو رہی تھیں۔۔

A Super Platform New Writers

” www.kohnovelsurdu.blogspot.com ”

اس نے طیش میں آکر درخت کے تنے پہ مکا مارا تھا اور درخت اپنی جگہ سے ڈر کر تھوڑا پیچھے ہٹ گیا کہ مبادا وہ غصے میں دوسرا مکا نہ جڑ دے۔

جسارت کی۔ آپ بھی تو نا محرم ہیں ہمارے لیے۔ معصوم نے ڈرتے ڈرتے بولنے کی

بہت جلد محرم بن جاں گی۔ پھپھو سے بات کر لی ہے میں نے۔ اب آئندہ غیر لڑکیوں کے پاس نظر آئے تو ٹانگیں توڑ دوں گی تمہاری۔ اور شکر کرو لڑکیاں پھپھو کے بیٹوں کو منہ نہیں لگاتیں اور میں تمہیں اپنا نام دے رہی ہوں۔

اس نے معصوم کا ہاتھ پکڑتے پیار سے کہا تھا۔ مگر اس نے ہاتھ چھڑا لیا۔ مگر ہمیں آپ اچھی نہیں لگتیں۔ فتنہ نے غصے سے الٹے ہاتھ کا چانٹا اسے مارا۔ اسکا دماغ گھوم گیا تھا۔ وہ مسلسل اس کے محبت کو ٹھکرا رہا تھا۔

پھر اسکا سر درخت کے تنے سے مارا۔

بولو کہ مجھ سے پیار کرتے ہو کہ نہیں؟

نہیں۔۔ معصوم نے درد برداشت کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

فتنہ نے اس کا بیلٹ نکال کر اسے مارنا چاہا۔ مگر وہ معصومیت سے کہنے لگا۔ پلیز بیلٹ مت اتاریے گا۔ یہ خراب ہو کر ٹوٹ جائے گا۔ میری کزن رمشہ نے گفت کیا تھا مجھے۔۔ اس کے منہ سے ایک بار پھر غیر لڑکی کا نام سن کر فتنہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غصے کی زیادتی کی وجہ سے چہرہ ایک خوفناک چڑیل کا روپ دھار چکا تھا۔

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

اس نے اسی بیلٹ سے بے دریغ معصوم کی پٹلی شروع کر دی۔۔۔

بولو کہ تم مجھ سے فتنہ دی گریٹ سے پیار کرتے ہو بولو۔۔

ہمیں چھوڑ دیں۔ پلیز مت ماریں۔۔ درد ہو رہا ہے۔

فتنہ نے اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو ہوش میں آئی۔

مجھ سے معافی مانگنے کی امید نہ رکھنا اور اگر کبھی آئندہ ایسا ہوا تو ڈبل کٹ لگاں گی۔ کیوں کہ مجھ سے زیادہ تم کو کوئی نہیں چاہ سکتا۔

سخت لہجے میں اسے وارننگ دیتے وہ اسکے اوپر سے پھلانگ کر اپنے جہاز میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئیوں کہ اسے اب فتنہ پھیلانے پھپھو کے گھر جانا تھا۔

تاریخ بدل کر رکھ دو۔

فتنہ ایسا پھلا دنیا میں۔

فتنہ کے شعر پہ تالیاں بجی تھیں۔ وہ حقوق نسواں کی علمبردار ہونے کی حیثیت سے اس انٹرنیشنل کانفرنس کی سربراہی کر رہی تھی۔

میری بہنوں اب بس بہت ہو گیا۔ رائٹرز نے ہمیں سمجھ کیا رکھا ہے کیا ہم ظالم مردوں کی مار کھانے کے لیے ہیں۔ نہیں اٹھو۔۔

اسکے دبنگ انداز سبھی اٹھ کھڑی ہوئیں تو وہ گڑبڑا کہ رہ گ۔

A Super Platform New Writers

” www.kohnovelsurdu.blogspot.com ”

میرا مطلب ہے اپنے حقوق کے لیے اٹھو۔ ابھی بیٹھ جا۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی کہ ہمیں ٹرینڈ اور تاریخ بدلنی ہوگی۔ دنیا کو بتانا پڑے گا کہ ہم لڑکیاں بھی روڈ، مغرور اور اکڑو ہو سکتی ہیں۔ آخر یہ ساری خوبیاں کب تک ہیرو میں رہیں گے۔ ہیرو کیوں نہیں ایسی ہو سکتی۔

آخر کب تک؟ فتنہ نے چیخ کر پوچھا تھا

کب تک ہماری چٹیا پکڑ کہ یہ سالے ہیرو لوگ گھماتے رہیں گے۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ ہمیں یہ روایت بدلنی ہوگی۔ اور مجھے آپکو یہ بتاتے ہوئے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ میں یعنی فتنہ پرور نے اس نیک کام کا آغاز اپنے خاندان سے شروع کر دیا ہے۔

فتنہ کی بات پر تالیاں بجی تھیں۔

فتنہ جی میرے منگیتر نے مجھ سے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ اس نے بے وفائی کی ہے میرے ساتھ۔ کیا کروں میں۔

ایک لڑکی نے کھڑے ہوتے ہوئے دہائی دی۔ فتنہ غضب ناک ہو کر اٹھ گ۔

ایسے مردوں کے لیے روتے نہیں بلکہ ان کو رلاتے ہیں۔ چلو میری بہنوں اس بے وفا کو سبق سکھانے کا وقت آگیا ہے۔

فتنہ سمیت پچاس لڑکیوں نے اس بے وفا کے گھر پہ دھاوا بول دیا۔

دروازہ توڑ کے وہ سب اندر داخل ہوئیں۔ سامنے ہی معصوم کو اس لڑکے کے ساتھ دیکھ کر اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

A Super Platform New Writers

” www.kohnovelsurdu.blogspot.com ”

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اس کے پوچھنے پہ معصوم نے مصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

فتنہ جی میں اس وقت اپنے دوست کے گھر پہ ہوں۔۔

تم اس گھٹیا لڑکے کے دوست ہو؟ فتنہ نے رکھ کر ایک اسے لگائی تھی۔ وہ منہ پہ ہاتھ رکھے بے یقینی سے فتنہ کو دیکھنے لگا جو اسے بعد میں پوچھنے کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے دوست کو لڑکیوں کے جھڑمٹ کے حوالے کرتے ہوئے نعرہ مار کر بولی۔

یہ رہا آپ سب کا شکار۔ دکھا دو گرلز پاور۔۔ اسکی ٹنڈ کر کے اسکو وہ ٹیکا لگانا جو کھوتوں کو لگاتے ہیں۔ محبت میں دھوکہ دینے ولے کھوتے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے اتنی کٹ لگا کہ اسے احساس ہو کہ بے وفائی کرو گے تو لڑکیاں اب سے کیا حشر کیا کریں گی۔

اٹیک۔۔ فتنہ کے ہاتھ لہراتے ہی مشتعل لڑکیوں کا ہجوم اس لڑکے پہ پل پڑا۔

تم ادھر آ۔ فتنہ نے معصوم کو بازو سے گھسیٹا اور اس کے کان مڑورے۔۔

تم آئندہ اس لڑکے کے ساتھ نظر آئے تو تمہاری ٹنڈ میں خود کروں گی۔ اب جا گھر۔۔

اسے دھکا دے کر وہ اندر جانے لگی۔

فتنہ آپ کب تک معصوموں کی جان سے کھیلتی رہیں گی؟ کیا قصور تھا اس بیچارے کا یہ تو بتا دیا ہوتا؟

معصوم کو یہ سوال پوچھنا بہت مہنگا پڑ گیا تھا۔ فتنہ آنکھوں میں خون لیے اسکی طرف پلٹی۔ معصوم کی سانس رکنے لگی۔

فتنہ نے اپنا لمبا بازو بڑھا کر اسکی گردن دبوچی۔ اسکو یونہی ہوا میں پکڑے پکڑے وہ نہر کے کنارے چلی آئی۔

فت۔۔۔ فتن۔۔۔ فتنہ۔۔۔ جج جی۔ مجھے۔۔۔ چھوڑ دیں۔
معصوم کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

مگر فتنہ کے کانوں پہ جوں تک نہ رینگے کیوں کہ وہ جوں اس کے سر کے اوپری حصے میں رینگ کر خارش کر رہی تھی۔ معصوم کو نہر میں پھینک کر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر میں خارش کی۔

بیچارا معصوم پھر پھڑانے لگا تو اس نے اسے نہر سے نکال لیا۔

اوہ۔ تم تو بھیگ چکے ہو۔ چلو کوئی بات نہیں تمہیں سکھا دیتے ہیں ابھی۔

فتنہ نے اسے سکھانے کے لیے درخت کی اوپری شاخ سے لٹکایا تھا۔

جب سوکھ جا تو گھر آ جانا۔ شادی کی ڈیٹ فکس کرنی ہے آج۔۔

ادائے بے نیازی سے کہہ کر مسکراتی ہوئی وہ وہاں سے چلی گئی۔

ہائے اللہ میں نے کونسا گناہ کر دیا تھا جو مجھے فتنہ پرور کی صورت میں سزا مل رہی ہے۔۔

معصوم نے لٹکے لٹکے روتے ہوئے سوچا تھا۔

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

معصوم کی جان اٹکی ہوئی تھی۔ گھر میں اسکی فتنہ سے شادی کی باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ اتنا معصوم تھا کہ یہ بھی نہ کہہ سکا کہ میں فتنہ سے شادی نہیں کروں گا۔ وہ بس میری کٹ لگانے کے لیے مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ آخر ایک دن ہمت کر کے وہ اپنی اماں ملتانی بیگم کے پاس چائے لے کر آیا۔

کیا بات ہے کچھ بات کرنی ہے کا؟ ملتانی اماں نے پان کی پچکاری پھینکتے ہوئے اس کے لیے اپنے بیڈ پہ بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

اماں مجھے فتنہ پرور سے شادی نہیں کرنی۔۔ اس نے سر جھکاتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

ہیں ہیں؟ کیا کہا۔؟

حیرت کے مارے ملتانی اماں کی آنکھیں کچے اندھے کے ساز جتنی ابل پڑیں۔

کیوں نہیں کرنی تمہیں شادی؟ آخر کیا کمی ہے اس لڑکی میں۔ ارے دو تین سال بڑی ہے بس۔

پورے پانچ سال اماں۔۔ وہ تڑپ کر بولا۔

ہاں تو پھر کیا ہوا۔ آجکل کے زمانے میں لڑکی بڑی ہی ہوتی ہے۔ ویسے بھی فتنہ گورنمنٹ کی نوکر۔۔ اتنا بڑا بنگلہ۔۔ ارے ہے اس کے پا۔ گاڑی چھوڑ ہوائی جہاز ہے لاکھ کے قریب تنخواہ ہے معصوم تیری تو لاٹری لگ گ کہ تو رخصت ہو کر اس گھر میں جائے گا۔

ملتانى اماں نے ملتان سے چورى كى هوى چيل پهنى اور باهر كو آگىں۔ وه بهى ان كے پيچھے
پيچھے باهر آگيا۔

مگر اماں مجھے وه بهت برى لگتى هیں۔ ذرا اچھى نهیں لگتى۔ هر وقت مارتى رھتى هیں
اس اميد پہ كه اماں سينے سے لگا لے گى اور كھے گى۔ وه بهاں بهاں كر كے رو ديا

اس فتنه كى همت كيسے هوى ميرے لال پيلے پتر كو مار مار كر نيلو نيل كرنے كى

وه خوشى سے يھى سوچ كر آگے بڑھا مگر اماں نے خلاف توقع اسے دھكا ديا تھا۔

ارے پرے ہٹ مر۔ گز بهر لمبى زبان اسكے سامنے چلائے گا تو ايسا هى هوگا نہ۔

پھر نرم پڑتے ہوئے سمجھانے لگىں۔

ديكھ پتر گھر بسانے كے ليے مرد كو بڑى قربانياں دينى پڑتى هیں۔ تن من وارنا پڑتا هے تب كھيں جا
كر عورت كا دل اس سے موم هوتا هے۔ ميرا تو پيارا بيٹا هے۔ ليكن كيا كروں بيٹوں كو سارى عمر گھر
بٹھا كر بهى تو نهیں ركھا جا سكتا نہ۔ آج نهیں تو كل رخصت كرنا هى هے۔ پتر سسرال جا كر بيوى كى
ہاں ميں ہاں ملانا۔ اگر وه كھے دن تو يه مت كھنا رات هے كھنا جو آپ كھيں وهى ٹھيك هے۔۔

ساس سسر كى خدمت ميں كوى كسر نہ چھوڑنا۔ اچھے بيٹے ميكے والوں كو اپنى وجہ سے دكھ
نهیں ديتے۔ مرتے جيتے گزاره كرتے هیں

اماں كيا هميشه سے ايسا هوتا آيا هے كه لڑكوں پہ ظلم هو رہا هو؟ معصوم نے شكوه كرتے ہوئے
پوچھا۔

ارے کہاں۔۔ اماں نے گہرا سانس بھر کی ماضی کو یاد کیا۔

کچھ عرصے پہلے تک حالات بالکل الٹ تھے۔ ارے لڑکے لڑکیوں پہ بہت ظلم کرتے تھے اور نگوڑی لڑکیاں پھر بھی آخر میں انکی محبت کا شکار ہو کر ان کو معاف کر دیتی تھیں۔ لیکن بھلا ہو بسمہ اعجاز کا اس نے تو تاریخ بدل دی۔ لڑکیوں کو احساس دلایا کہ ٹرینڈ بدلو۔ اسی کی باتوں کا اثر لے کر فتنہ پرور نے بھی ظالم ہیرون کا ٹائٹل بہت خوشی سے لیا ہے۔ اور میرے پتر معذرت کے ساتھ تجھے مظلوم ہیرو بننا پڑے گا۔ ٹرینڈ بدلنے کو کسی کو تو قربانی دینی ہوگی نہ۔ تجھے اسکا ہر ظلم ہنس کر برداشت کرنا ہوگا۔۔

اماں میں انہیں بڑی بہن سمجھتا ہوں۔۔۔ معصوم احتجاجاً چیخا۔۔۔
اب بڑی بیوی سمجھ لینا۔ آگلا پان داڑھ میں رکھتے ہوئے آرام سے جواب دیا گیا۔۔

معصوم اس کے حالات نے اسے ایسے بنا دیا ہے مجھے یقین ہے تیری اطاعت اور فرمانبرداری اسے بدل دے گی

۔ میرے مقدر میں کٹ میری اطاعت اسے بدلنا چاہے تو بھی ظالم رائٹر اسے بدلنے نہیں دے گی
کھانا لکھ دیا گیا ہے وہ بھی تا عمر۔۔ نی فتنہ تیرا ککھ نہ رہے۔۔

معصوم نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے سوچا۔

یہ ابھی تیرے ابا نہیں پہنچے۔۔ آنے دو ذرا انکی کٹ لگاتی ہوں۔ بتا کر بھی نہیں گئے۔ انکو تو مار مار کر تیر کی طرح سیدھا کروں گی آج۔۔

اماں بڑبڑاتے ہوئے اندر چلی گئی تو وہ کلس کر رہ گیا۔

جب سے لڑکیوں اور عورتوں کو یہ غنڈہ راج کے حقوق ملے تھے اماں تو شیرنی بن گئی تھی۔ ابا سے مارکھاتے اسکی جوانی نکلی تھی اور اب بڑھاپے میں آکر گویا لاٹری نکل گئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی بات کر اماں دھنک کر رکھ دیتی۔

اور یہ صرف اسکی گھر کا حال نہیں تھا ہر طرف اب عورتوں کی حکومت تھی۔ رشید کریانے والے کی جوڑو نے تو اسکو گھر بٹھا کر خود دکانداری سنبھال لی تھی کیوں کہ کم بخت خرچے کہ پیسے نہیں دیتا تھا اور اب مسکینوں کی طرح پورے گھر کے کام بھی کرتا تھا اور بچوں کو بھی سنبھالتا تھا

ہر طرف بس ایک ہی نعرہ ہے۔۔
کل حکومت تمہاری تھی آج راج ہمارا ہے۔

فتنہ ہوں فتنہ۔۔
ایسا میں فتنہ۔۔
ہر کوئی بھاگے دور
بھاگا جائے جتنا۔۔

وہ اس وقت ایک مقابلے میں گا رہی تھی۔ اسکی سریلی آواز میں اس قدر فتنہ چھپا ہوا تھا کہ سب لیکن فتنہ کا پھٹا سپیکر کانوں پہ ہاتھ رکھ کر بھاگنے لگے جتنا تیز وہ بھاگ سکتے تھے بھاگے پورے شہر میں گونج رہا تھا۔
اپنے کمرے میں مزے سے چپس کھاتے ہوئے معصوم کے کانوں تک جب اسکی آواز پہنچی تو بے ساختہ اس نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے۔

توبہ اللہ کرے اس فتنہ پرور کا گلہ خراب ہو جائے۔ کتنا برا گاتی ہے۔ ناولز کی ہیروین والی ایک خصوصیت بھی اس میں نہیں۔۔

کہ گانا گاتی فتنہ کے کانوں تک اسکی آواز پہنچی۔ غصے سے آنکھیں اس قدر خون و خون ہو گئیں پاس والے ہسپتال سے ایک مریض کے لواحقین اس سے دو بوتلیں خون اپنے مریض کے لیے لے گئے۔

معصوم تم نے پیٹھ پیچھے میری برای نہیں کر سکتے۔ تمہیں اسکی سزا بھگتنی ہوگی۔ غصے سے اس نے مایک والا سٹینڈ اٹھایا اور اسی کو مولا بخش کی طرح کندھے پہ لہرائے اپنے ذاتی جہاز میں بیٹھ کر پانچ سیکنڈز سے بھی پہلے معصوم کے سر پہ پہنچ گئے۔

ہاں وہ بڑی زبان چلدی اے تیری۔۔۔ اس نے آتے ہی مایک والا سٹینڈ معصوم کے سر پہ رسید کیوں کہ بڑے کیا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے بلکہ بریک ڈانس کرنے لگے عرصے بعد وہ دن کو کسی کی آنکھوں کے سامنے چمکے تھے۔

معصوم کے سر سے بھل بھل خون بہنے لگا۔ فتنہ نے جلدی سے وہ سارا خون دو بوتلوں میں بھر لیا تا کہ پھر کسی کو ضرورت پڑے تو عطیہ کر سکے۔

کیا کہہ رہے تھے تم؟ میرا گلہ خراب ہو جائے۔ میں برا گاتی ہوں۔

وہ پھنکاری۔ اسکی پھنکار سن کر میلوں دور جنگل کے ایک درخت کی کھوہ میں کندلی مار کہ بیٹھا ہوا سانپ چونک گیا۔ بلاشبہ فتنہ کی پھنکار اس سانپ کی پھنکار سے کہیں زیادہ خطرناک تھی۔ سانپ نے ڈر کہ خود کو مزید اندر کر لیا۔

آپ کو کیسے پتا چلا؟ معصوم اتنا حیران ہوا تھا کہ اسکی بات کی تردید بھی نہیں کر سکا۔

وہ معصوم تو تھا مگر ناول کا ہیرو بھی تھا اس لیے خون نکلنے کے بعد بھی ہوش و حواس میں تھا۔

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

تیز رفتاری سے گھوما کہ ایک یعنی تم اپنی غلطی مان رہے ہو؟ فتنہ کا دماغ گھوم گیا اور اتنی ٹربان یا موٹر چلائی جا سکتی تھی۔

اس نے معصوم کو اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔
فتنہ نے اسی پہ بس نہیں کی۔ بلکہ اسکو اٹھا کر گول گول گھماتے ہوئے سامنے والی دیوار کے ساتھ دے مارا تھا۔ دیوار ڈھے گئی اور بیچارا معصوم بھی۔

فتنہ کو یہ بد انتظامی گراں گذری۔ اس نے جلدی سے ہاتھ روم سے ٹوتھ پیسٹ نکال کر اسکا سیمنٹ بنایا اور برش سے دیوار پہ چپکانا شروع کر دیا۔ پانچ منٹ میں ہی وہ دیوار دوبارہ بن چکی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے معصوم کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

اوہ شٹ۔۔ اس نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

وہ بے دھیانی میں معصوم کو بھی دیوار میں ہی چن چکی تھی۔

ہائے میری انارکلی کا سانس گھٹ گیا ہوگا۔ فوراً سے پہلے اسکو ندامت نے گھیرا۔ اس نے پھر سے دیوار ڈھالی۔ بیچ و بیچ معصوم ادھ موا پڑھا ہوا تھا۔

آپ۔۔۔ ظالم۔۔۔ ہیں۔۔

معصوم سے بولا نہیں گیا تو اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔ فتنہ کی شرمندگی ندامت اور محبت پل میں اڑن چھو ہوئی۔ وہ پھر سے زبان چلا رہا تھا۔

اس نے مایک سٹینڈ کو کھڑا کیا اور اسکی تاریں سوچ بورڈ میں لگا دیں۔

A Super Platform New Writers

” www.kohnovelsurdu.blogspot.com ”

تاروں نہیں۔۔ اسکا ارادہ سمجھ کر معصوم کے چہرے پہ خوف پھیل گیا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ فتنہ کا سرا ہاتھ میں پکڑے قدم بہ قدم اسکی طرف بڑھنے لگی۔

نہیں پلیر۔ معصوم نے ہاتھ جوڑے۔

فتنہ پہ اسکی التجاں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے تاروں کے سرے معصوم کے بالوں میں لگائے۔

آہ۔۔ بچا بچا۔ لیکن اسکی چیخیں سننے والا کوئی نہیں تھا کیوں کہ اسکا کمرہ سائنڈ پروف تھا۔ فتنہ کو اسکی آپس سکون دے رہی تھیں۔ اس نے دس منٹ تک اسکو کرنٹ دیا جب چھوڑا تو معصوم کے بال یوں کھڑے تھے جیسے گندم کی بالیاں کھڑی ہوتی ہیں۔

فتنہ جی۔۔۔ آپکو۔۔۔ کیسے پتا۔۔۔ چلا کہ میں۔۔۔ نے آپ کو۔۔۔ برا بھلا۔۔۔۔۔ کہا ہے۔

اٹک اٹک کر بولتے ہوئے معصوم کی سوی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

کیوں کہ میں ناول کی ہیرین ہوں اس میں حیرت والی کوئی بات نہیں۔۔

مزے سے کہتے ہوئے فتنہ نے اسی چپس کا پیکٹ اچک کر اٹھایا اور چپڑ چپڑ کر کے کھانے لگی۔

جبکہ معصوم جو اتنی مار اور کرنٹ کھانے کے باوجود بے ہوش نہیں ہوا تھا اسکی بات سن کر ایک طرف کو ڈھلک گیا تھا۔

فتنہ نے ثابت کر دیا تھا کہ میلوں دور ہونے کے باوجود بھی آپ کسی کی بڑبڑاہٹ سن سکتے ہیں۔ اسکے لیے دل کو دل سے راہ ہونا ضروری نہیں بس یہ سن ناول میں ہونا ضروری ہے۔

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

جو ددر ملا اپنوں سے ملا
غیروں سے شکایت -----

سے جوڑتے ہوئے ہوئے رو رو کر گانا گا رہا تھا جب UHU معصوم اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو
ملتانى اماں اسكے كمرے ميں آئیں۔

کیسا ہے میرا نیلا پیلا بچہ؟
ٹوٹا ہوا ہوں۔ دیکھ تو رہی ہیں آپ۔۔ ایک ہڈی کو پلاس سے اسکی جگہ پہ فٹ کرتے ہوئے غصے
سے کہا۔

ہائے کیا کروں میں۔ اسی لیے تو اب بیٹوں کے نصیب سے ڈر لگتا ہے کہیں وہ ظلم کا شکار نہ ہو
جائیں۔۔

کہتے ہوئے وہ اٹھیں اور آس پاس بکھڑی ہڈیوں کو سمیٹنا شروع کر آنکھوں میں آنسو آگئے
دیا۔ ذہنی رو بھٹکی تو دوسری بات شروع کر دی۔

ارے معصوم یہ تو ہڈیوں کا چورا بنائے گا کیا؟ اور یو ایچ یو سے یہ پھر سے ٹوٹ جائیں گی۔ ایسا کرو
سیمنٹ سے جوڑ لو۔ پایداری برسوں کی۔ اور ہو سکے تو سریا بھی ڈال لیجیو۔ کیا کمال کا لینٹر ڈلے
گا ہڈیوں پہ۔ پھر فتنہ تو کیا فتنہ کا باپ بھی تیری ہڈیاں توڑنا چاہے گا تو ناکام ہوئے گا۔

پرجوش سی بولتی اماں سیمنٹ لانے کو ملتان چلی گئیں۔

فتنہ اس وقت شکار پہ آئی ہوئی تھی۔ معصوم سے ہرنوں کو قلانچیں بھرتے دیکھ کر اس کو بے اختیار معصوم یاد آیا۔ تبھی دور سے ایک شیر آتا دکھائی دیا۔ شیر کی نظر جونہی فتنہ پہ پڑی زور دار چیخ مارتے ہوئے اور یہ کہہ کر بھاگا۔

اوئے نس جا سارے۔ فتنہ اتھے وی آگے۔ مینڈے مولا آج بچا لے مینوں۔

فتنہ نے مسکراتے ہوئے کندھے سے لٹکتی ہوئی غلیل ہاتھوں میں لی۔ نیچے سے ایک کنکر اٹھا کر غلیل میں ڈالا اور شیر کی طرف نشانہ باندھا۔

اونہوں۔۔ اس نے نفی میں سر ہلایا

میں تو ناول کی ہیروئن ہوں کسی کو اپنی اداں سے بھی قتل کر سکتی ہوں۔

اس نے آنکھوں کو خطرناک حد تک بڑا کیا۔ انکا رنگ نیلا کیا اور مستی بھری نگاہوں سے شیر کی طرف قاتلانہ وار کیا اور شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اس نے فخر سے ہاتھ جھاڑے۔ پھر درخت پہ چڑھ گئے درختوں پہ قلابازیاں کھاتے ہوئے اس کے فتنہ پرور دماغ میں ایک شیطانی منصوبہ آیا۔

ایک لٹکتی شاخ سے ٹارزن کی طرح نیچے جھولتے ہوئے اس نے اپنی دوست فلرٹی کو کال ملائی۔

تم سے ایک کام ہے فلرٹی۔۔

بات کرتے کرتے اسے احساس ہی نہ ہوا کہ شاخ اس کے بوجھ سے دبے جا رہی ہے۔

جیسے ہی اس نے بات ختم کی ایک جھٹکے سے شاخ ٹوٹی اور اگلے ہی پل ٹھاہ فتنہ جی زمین بوس ہوئی تھیں۔

اور درخت نے کلمہ شکر پڑھتے ہوئے فتنہ کو وزن کم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

وہ معصوم کو زبردستی اپنے ساتھ شاپنگ کے لیے لے کر آئی تھی۔ شروع میں تو وہ مانا نہیں تھا پھر دو چائٹے کھا کہ بقول فتنہ اسکی روح کو سکون ملا تھا۔

فتنہ جی ہم کہاں جا رہے ہیں؟ آخر کار ڈرتے ڈرتے اس نے پوچھا۔

وہ مختصراً بولی۔ سمندر میں۔

؟ لیکن ہمارے شہر میں تو سمندر نہیں۔ وہ حیران ہوا۔ ہیں

بدھو تم کیوں بھول جاتے ہو ہم ناول ورلڈ میں ہیں۔ یہاں سب ممکن ہے۔
خلاف توقع وہ اس وقت اچھے موڈ میں تھی اور وہ دعا کر رہا تھا کہ اسکا موڈ اچھا رہے نہیں تو درگت معصوم کی بنی تھی۔

یہاں نیا سمندر بنا ہے اور اس میں بہت بڑا شاپنگ پلازہ بھی بنا ہے ہم وہیں جا رہے ہیں۔

وہ دونوں سمندر کے کے اندر چلے آئے۔ ہر کوئی آزادی سے گھوم پھر رہا تھا۔

؟ معصوم کی زبان میں پھر سے کھجلی ہوئی۔ ایں۔؟ پانی میں بھلا سانس کیسے لے سکتے ہیں

فتنہ نے بدمزہ ہو کر اسکی گچی مڑوری۔

وے تینوں کننی واری آکھیا اے ناول چہ سب ممکن ہوندا اے۔

وہ اسکو ایسے ہی پکڑے پکڑے پانی میں غوطے دینے لگی۔ تھوڑی دیر جب اسکے منہ سے غوں غاں کی آوازیں نکلیں تو اس نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔

اب معصوم منہ پہ انگلی رکھے اسکے پیچھے پیچھے چل رہا تھا تھوڑی دیر بعد ڈولفن کی سواری کرتی ایک لڑکی معصوم کو ہائے کہتی بے تکلفی سے اسکے گلے لگی۔

کیسے ہو؟

معصوم نے حیرانی سے اس لڑکی کو اور فتنہ نے خون خوار نظروں سے معصوم کے دل کے تار چھیڑے۔

مم میں نہیں جانتا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ وہ ہکلا یا۔

اس نے تیزی سے معصوم کی کلائی پکڑی اور اسے پانی میں گھسیٹنے ہوئے وہاں سے ایک مگر مچھ کے پاس لے آئی۔

معصوم تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ اس نے معصوم کو کک مارتے ہوئے مگر مچھ کی طرف دھکیلا اور اسے اشارہ کیا۔

مگر مچھ نے اسکا اشارہ سمجھتے ہوئے اپنی دم سے معصوم کو واپس کک لگائی۔

؟ اب کی بار اسکو پیٹ میں گھونسا لگا کر کک لگائی گ۔ بتا کون تھی وہ لڑکی

- مگر مچھ نے بھی اسکو لتاڑتے ہوئے زوردار بیک کک لگا کر فتنہ کو وے دسدا کیوں نہیں پاس کیا۔

- میں سچی میں نہیں جانتا وہ کون تھی
وہ اپنی پیٹھ سہلاتے ہوئے رونے لگا جہاں پے درپے پڑنے والی ککوں نے اسکا حشر نشر کر دیا تھا۔

رکو تم ایسے نہیں بتا گے۔ فتنہ نے جیب سے پلجھڑی نکالی اور اسکو جلا کر معصوم کے بالوں میں چھوڑ دیا وہ تو ٹپنے لگ گیا۔

اسی پہ بس نہیں وہاں برگر کنگ کے اسٹال پہ لے جا کر گرما گرم توے پہ اسکے ہاتھ رکھ دیے۔

پھر پاس کھڑی چٹان پہ کھڑا کر کے زور سے اسکو نیچے دھکا دیا
پانی کے فرش سے ٹکراتے ہی معصوم بے ہوش ہو گیا۔ فتنہ نے پانی کے چھینٹے مار کر اسکو ہوش دلایا۔

معصوم نے ہاتھ جوڑے۔ رحم کر میری ماں۔ مینوں بخش دے۔

تم نے مجھے ماں کہا؟
فتنہ کو اسے کٹنے کا ایک اور بہانہ مل گیا۔ بیلن سے اب کی بار اس نے معصوم کی کمر سینک کر رکھ دی۔

یہ سب کرنے کے بعد اس نے فلرٹی کو تھینکس کا مسیج واٹر ویوز کے ذریعے بھیجا تھا۔ آخر کو معصوم سے ٹکرانے والی وہی تو تھی

روبی کی دنیا آج صحیح معنوں میں اجڑ گئی تھی۔ وہ اپنی معصوم بچی سمیت تنہا رہ گئی تھی، شہزاد نے اسے پاگل ہونے کے باوجود سائبان دے رکھا تھا۔

وہ عقل و ہوش سے عاری روبی کا بھائی بھی تھا اسکا شوہر بھی تھا اور محافظ بھی امداد علی کو روبی سے بہت زیادہ ہمدردی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ پریشان تھا کہ اب روبی.. اس گھر میں تنہا کیسے رہے گی

اس نے روبی سے بات کی اسے سمجھایا اور اپنا پروگرام اسے بتایا.. روبی مان گئی.. امداد گاؤں سے ایک چالیس سالہ عورت کو تنخواہ پر روبی کے گھر لے آیا۔ طے پایا کہ یہ ہر وقت گھر میں روبی کے ساتھ رہے گی اور پندرہ سے بیس دنوں میں ایک دن کیلئے اپنے گاؤں جاسکے گی امداد نے روبی کا اکیلا پن ختم کر دیا تھا، وہ عورت جسے روبی ماسی کہنے لگی تھی۔ بہترین ثابت ہو رہی تھی

اس نے گھر کی صاف صفائی اور کھانے پکانے سے لیکر باہر کی ضرورت کے کام بھی سنبھال لئے تھے۔

روبی سارا وقت اپنی بیٹی پر صرف کرنے کیلئے آزاد ہو گئی تھی.. اب شہزاد کی موت کا غم بھی دھیرے دھیرے ختم ہوتا جا رہا تھا

امداد علی اسکے لئے فرشتہ بن گیا تھا.. وہ اسے اب چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کر رہا تھا.. وہ گھر آتا اور ماسی سے کسی بھی ضرورت کی معلومات لیتا۔ روبی کی بچی کے ساتھ کچھ وقت کھیلتا اور روبی سے پیار کی باتیں کر کے چلا جاتا

لیکن ابھی امداد کے ذمے ایک اور کام باقی تھا

ایک دن امداد نے روبی کو کچھ رقم دی تاکہ وہ بازار جاکر اپنی پسند سے اپنے اپنی بیٹی اور ماسی کیلئے کچھ کپڑے خرید لائے۔ دونوں عورتیں گھر کو تالا ڈال کر بازار چلی گئیں۔ چھوٹی نازیہ کو ماسی نے گود میں لے رکھا تھا

جب وہ خریداری کیلئے ایک سے دوسری شاپ میں جا رہی تھیں تب روبی نے محسوس کیا کہ محلے کے کچھ اوباش اسکے آگے پیچھے مستقل چل رہے ہیں

لیکن روبی اطمینان سے شاپنگ کرتی رہی.. مطلوبہ خریداری پوری ہونے کے بعد وہ ماسی کے ہمراہ گھر کی طرف چل پڑی،

اسنے دیکھا کہ وہ اوباش بھی مستقل مزاجی سے اسکے پیچھے آرہے ہیں

یہ محلے کے چار لفنگے تھے جنکی سربراہی رفیق کر رہا تھا

رفیق محلے کا خود ساختہ بدمعاش تھا نے کچھ لوگوں کے ساتھ ماریٹ کر کے اپنی اچھی خاصی دھاک بٹھا رکھی تھی

وہ نشہ بھی کرتا اور مفت کی عیاشی کا بھی متلاشی رہتا تھا

گلی کے نزدیک پہنچ کر رفیق نے اچانک آگے آکر روبی کا راستہ روک لیا.. اس نے روبی کا بازو

پکڑ لیا۔ اور اسے رنڈی طوائف جیسے القاب سے نوازنے لگا.. ماسی یہ دیکھ کر بیہوش ہو گئی۔ اس

نے آگے بڑھ کر رفیق کو دھکا مار دیا۔ ماسی جاندار عورت تھی محنت کشی نے اسے خاصا

مضبوط بنا دیا تھا اور وہ دلیر بھی تھی

رفیق کو دھکا بہت زور کا لگا تھا اور وہ لڑکھڑا گیا تھا

یہ بات اسے پاگل کرنے کیلئے کافی تھی.. وہ سنبھلا اور اس نے ماسی کو زور سے تھپڑ مارا جسے

ماسی پھرتی سے بچاتے ہوئے گر پڑی تھی.. ماسی چونکہ ننھی نازیہ کو بھی سنبھالے ہوئے تھی۔

اس لئے وہ توازن برقرار نہ رکھ سکی تھی

ادھر رفیق کچھ لوگوں کو جمع ہوتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے روبی کا بازو ایک بار پھر

پکڑ کر اسے ہلاتے ہوئے دھمکی دی کہ اب اگر اسکا یار دوبارہ یہاں نظر آیا تو وہ اسے قتل کر دے

گا..

یہ کہہ کر وہ اپنے لفنگوں کو لیکر آگے بڑھ گیا۔ روبی نے گھر کا تالا کھولا اور وہ تینوں اندر چلی

گئیں۔ ماسی نے کنڈی اندر سے لگادی

روبی سخت خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ زبانی طنز و طعن تو وہ سہتی رہی تھی.. پر آج

اسکا بازو پکڑ کر دھمکیاں دینے کی جرات رفیق نے کی تھی

وہ سارا دن سوچتی رہی ڈرتی رہی۔ کہیں رفیق اپنے ساتھیوں کو لیکر گھر میں نہ گھس آئے

!۔ یونہی سوچتے خوفزدہ ہوتے شام ہو گئی اور امداد علی روبی سے ملنے آ گیا

ہاں تو روبی جلدی سے دکھاؤ تم بازار سے کیا کچھ لے آئی ہو

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

وہ روبی کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا

روبی کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے

..وہ پہلی بار خود امداد سے لپٹ گئی اور اس نے رونا شروع کر دیا

امداد حیران تھا کہ آج اسے کیا ہو گیا ہے.. یہ پہلے تو کبھی ایسا التفات ظاہر نہیں کرتی تھی اور

..آج کیسے بے حجابانہ اسکی آغوش میں سما گئی ہے... پر یہ تو رو رہی ہے

..یہ دونوں ہی باتیں عجیب اور حیران کر دینے والی تھیں

کیا ہوا روبی تم رو کیوں رہی ہو.. اور تمہارے چہرے پہ اتنا خوف کیوں ہے

امداد نے روبی کو خود سے جدا کرتے پوچھا

روبی چپ رہی پر ماسی چپ رہنے والوں میں سے نہیں تھی

..اسنے سارا ماجرا امداد کو بتایا

خون امداد کی رگوں میں ابلنے لگا، وہ شرابی تھا عیاش بھی تھا اسکے پاس دولت بھی بیشمار

تھی پر اسنے کبھی کسی کے ساتھ جبر نہیں کیا تھا۔ اسکے ہاری مضارے اسکی عیاشیوں سے

واقف ہونے کے باوجود اسے پسند کرتے تھے.. وہ سب کے ساتھ ہمدردی کرتا اور انکی

ضرورتوں کا خیال رکھتا تھا۔ وہ ہمیشہ دوسرے فریق کی رضامندی کے بعد ہی پیشقدمی کرتا۔ ناکام

ہونے پر خاموشی سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا تھا

امداد ایک لفظ کہے بغیر پھرتی سے اُٹھ کر باہر نکل گیا

اس نے اپنے دوستوں کو فون گھما دیا اور اپنی زمین پر کام کرنے والے صحت مند اور دلیر ورکرز کو

..ساتھ لیا اور روبی کے محلے میں رفیق کے سامنے پہنچ گیا

پلاننگ کے تحت پہلے ہی مخبروں کو بھیج کر رفیق اینڈ کمپنی کی لوکیشن حاصل کر لی گئی تھی

رفیق جو اکا دکا کمزوروں پر اپنا ہاتھ صاف کر لیا کرتا تھا

آج ڈنڈا بردار فورس کو سامنے دیکھ کر اسکے فرشتے پہلی فرصت میں کوچ کر گئے تھے

وہ بھاگنے کی راہ ڈھونڈ رہا تھا لیکن آج سارے محلے کے راستے روبی کے گھر کی طرف

.... جارہے تھے

ڈنڈا بردار فوج نے رفیق اور اسکے ساتھیوں کو دبوچ لیا

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

اس ہنگامہ خیزی سے بھرپور ایکشن مووی کا ڈائریکٹر امداد علی ساتھ تھا اس کے اشارے پر تمام ویلنز کو گھسیٹ کر روبی کے گھر کے سامنے لایا گیا اور پھر انکی ڈنڈا مارکہ ڈٹرجنٹ کیساتھ طبیعت کے ساتھ دھلائی شروع کی گئی۔
..رفیق کو جہاں موقع ملتا وہ نعرے لگاتا
..با جی مجھے معاف کردو.... ہائے.... با جی مجھے معاف کردو
..پر معاف کرنے والے معاف کرنے تھوڑی آئے تھے
قارئین جیسا کہ آپ جانتے ہیں پاکستانی فلموں میں پولیس مار دھاڑ ختم ہونے کے بعد ہی پہنچتی ہے۔

تو یہاں بھی ڈائریکٹر امداد علی کی پلاننگ کے مطابق پولیس جب پہنچی.... جب رفیق اور اسکی کمپنی مار کھا کھا کر مدہوش ہو چکے تھے... اور کیوں نہ ہوتے... آخر کو امداد نے انہیں ..نشہ بھی تو بہت فراغ دلی سے کرایا تھا
پولیس نے چاروں رفیقوں کو ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے موبائل میں ڈالا اور وہاں سے چل دئے.. امداد بھی انکے پیچھے اپنی گاڑی میں روانہ ہو گیا۔ آخر سکرپٹ کے لکھے کو پورا کرنے کیلئے باقی کی کارروائی بھی ضروری تھی

رات بہت ہو چکی تھی.. ماسی سو چکی تھی.. لیکن روبی جاگ رہی تھی.. وہ امداد کا انتظار کر رہی تھی.. وہ آج بہت خوش تھی.. شہزاد کے مرنے کے بعد وہ پہلی بار تھوڑی تھوڑی دیر بعد مسکرانے لگتی تھی

..آج اسکا انگ انگ مسکرا رہا تھا۔ امداد کا کارنامہ اسے مغرور بنا رہا تھا
..پھر دروازے پر ہلکے سے دستک ہو گئی.. روبی اس دستک کو سننے کیلئے کب سے بیقرار تھی
..وہ اٹھی اور بھاگتی ہوئی گئی اور اسنے بنا سوچے سمجھے دروازہ کھول دیا
..امداد فاتحانہ انداز میں ایک شان سے مسکراتا اندر آگیا
..روبی دل ہی دل میں اسکی بلائیں لے رہی تھی

اب اس کی برداشت ختم ہو گئی تھی۔ وہ دیوانہ وار امداد سے بغلگیر ہو گئی۔ اس نے امداد کو سختی سے بھینچ رکھا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن روبی کو اسکی پرواہ نہیں تھی۔ اس نے اپنا چہرہ امداد کے بہت نزدیک کر دیا اور امداد اسکے ہونٹوں کا رس چوسنے لگا۔ امداد نے اسکے پھول جیسے بدن کو اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ اور ماسی کو آواز لگاتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

امداد نے روبی کو اس خاص بستر پر بچھا دیا جو اس نے خصوصی طور پر روبی کیلئے خریدا تھا۔

ماسی کمرے کے دروازے پر آچکی تھی۔ امداد نے ننھی نازیہ کو لیجانے کا اشارہ کیا اور اسے دروازہ بند کرنے اور باہر سو جانے کا کہہ کر روبی پر چھلانگ لگا دی۔ روبی بھی امداد کے جسم و جاں میں سما جانے کو بیتاب تھی۔ یہ وصل کی رات تھی۔

...روبی آج اپنے ماں باپ.. غفور اور شہزاد کو بھول جانا چاہتی تھی اور ہوا بھی ایسا ہی.. پوری رات وہ ایک دوسرے میں سمائے رہے.. امداد کی محنت رائیگاں نہیں گئی تھی

۔ روبی جیسی حسین اور انمول سوغات آج اسکی دسترس میں تھی وہ بہت خوش تھا۔ ادھر روبی اپنی زندگی کے نئے مرد اور اسکی لذت سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی تھی۔ پر آج رات اسے ایک بالکل نئی چیز دیکھنے کو ملی تھی۔ اسکے بارے میں تو اس نے کبھی نہیں سنا تھا۔ یہ کندھوم تھا۔

، روبی کی زندگی ایک نئی ڈگر پل چل پڑی تھی، اسے اپنی موجودہ صورتحال پر کوئی شرمندگی نہیں تھی، کیوں کہ وہ احساس گناہ سے عاری تھی۔ اسے معاشرے کے مثبت پہلو بتانے والا کوئی نہیں تھا۔ اسی لئے وہ منفی انداز میں سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔ اسکے لئے تو یہ زندگی کا حصہ تھا۔

امداد علی روبی کو پا کر اسکا دیوانہ بن چکا تھا۔ پھر گناہ کی لذت بھی عجیب ہوتی ہے، اور اگر یہ گناہ روبی جیسی حسین اور پرکشش عورت کے روپ میں ہو تو نشہ بھی دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ امداد اپنی مزید عیاشیوں کی سرگرمیاں ترک کر چکا تھا۔

اسکی عیاشیوں کا محور خالق کی حسین ترین تخلیق میں سمٹ چکا تھا۔ روبی بھی اسکی رفاقت میں بہت خوش تھی۔ امداد اسکی جنسی جسمانی اور معاشی ضرورتیں اسکی سوچ سے بڑھ کر پوری کر رہا تھا۔ اس طرح ایک سال بیت گیا۔

اب امداد گھر میں شراب بھی لانے لگا تھا۔ اس نے روبی کو بھی ضد کر کے پلانا شروع کر دی تھی۔

اب ساقی گری کے فرائض ماسی ادا کرتی اور امداد اور روبی ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو جاتے۔ وہ سب کچھ جو جنسیت کی طلب کہلاتی ہے اسے پورا کرنے میں روبی قطعی حیل حجت سے کام نہیں لیتی تھی۔

یہی وہ خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے امداد علی کی فریفتگی کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ جاتی۔

امداد ننھی نازیہ سے بالکل تعصب نہیں برتتا۔ بلکہ وہ اسکا خیال رکھنے میں کسی طرح کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا۔

وہ انہیں دور دور تک گھمانے لے جاتا اور اس طرح روبی نے کئی شہروں کی سیر کی۔ جہاں سب دیکھنے والے انہیں ایک فیملی سمجھتے۔ لیکن اب روبی یکسانیت کا شکار ہو رہی تھی۔

وہ کچھ کرنا چاہتی تھی.... لیکن اس کے مختصر سے ذہن میں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کرے تو کیا کرے۔

امداد اسکی بوریت اور الجھنوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

اس نے اپنے تعلقات استعمال کئے اور روبی کو شناختی کارڈ جسکی زوجیت پر امداد علی کا نام لکھا تھا اور ایک میٹرک کا تعلیمی سرٹیفکیٹ بنوایا۔

اس نے تجویز رکھی کہ روبی شعبہ تدریس سے وابستہ ہو جائے تاکہ اسے مصروفیت میسر ہو اور اسکی بوریت تمام ہو جائے۔

نازیہ کیلئے ماسی پہلے ہی موجود تھی۔ نازیہ بھی اس سے بہت مانوس تھی۔
روبی رضامند ہو گئی اور اس طرح امداد نے اسے گورنمنٹ پرائمری سکول میں ٹیچر لگوا دیا۔
امداد نے اسے سکول کی ہیڈ مسٹریس میڈم نیلوفر کے حوالے کر دیا۔
میڈم نیلوفر کبھی امداد کی کرم فرماؤں میں شامل رہ چکی تھی۔ جب سے شادی شدہ ہوئی تھی۔
پاکباز بن گئی تھی۔

لیکن امداد سے تعلق باہمی ترک نہیں کیا تھا۔ اکثر نیلوفر کو پیسوں کی اچانک ضرورت پڑ جاتی
اور امداد اسکی امداد کو پہنچ جاتا۔

میڈم نیلوفر نے روبی کو اچھی طرح سے سنبھال لیا۔
شروعات تو بہت کٹھن تھی لیکن روبی نے ہمت نہیں ہاری اور میڈم بھی اسکے ساتھ بھرپور
تعاون کر رہی تھی۔

اسنے جلد ہی پڑھنا پڑھانا اور لکھنا لکھانا سیکھ لیا تھا۔

اب وہ پرائمری سکول اسکے لئے کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا۔

دن ماہ و سال میں بدلتے جارہے تھے۔

میڈم نیلو فر کو روبی بہت اچھی لگی تھی وہ ہمیشہ اسکی سادگی اور بیوقوفی پر حیران رہ جاتی
لیکن آہستہ آہستہ وہ روبی کو زمانے کی مکاریوں سے آگاہ کرتی جارہی تھی۔
ایک روز وہ روبی کو گھیر کر بیٹھ گئی۔

.. اسنے روبی سے قسم دے کر امداد اور اسکی اصلیت کو جان کر ہی دم لیا

.. وہ تو اب تک روبی کو امداد کی کئی بیویوں میں سے ایک سمجھتی آئی تھی

اس نے روبی کو سمجھایا کہ معاشرے میں خود کو قابل قبول بنائے رکھنے کیلئے اسے باقاعدہ
.. نکاح ضرور کر لینا چاہیے۔

اب روبی کی سوچ اس بات پر غور کرنے لگی تھی۔

حالانکہ کہ اس غیر قانونی رشتے کو کئی برس بیت چلے تھے لیکن یہ تھا تو غیر قانونی.. جسکی
.. سماج میں کوئی جگہ نہیں بن سکتی تھی۔

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

اس نے ماسی سے ذکر کیا.. ماسی بھی متفق نظر آئی
اب وہ امداد کا انتظار کرنے لگی جو دوستوں کے ساتھ دبئی کی سیر کو نکل گیا تھا
امداد کے واپس آتے ہی روبی نے سارا معاملہ ایک تجویز کی طرف طرح امداد کے سامنے رکھ
دیا..

حیرت انگیز طور پر امداد نے ہنستے ہوئے یہ تجویز مان لی
وہ باقاعدہ نکاح پر تیار ہو گیا.. شاید اس کے اندر کا انسان ابھی موجود تھا
نکاح کی تیاری میں دیر کچھ نہ تھی۔ امداد اپنے چند دوستوں اور انکی بیویوں کو لیکر پہنچ گیا
روبی کو دلہن بنایا گیا اور یوں نکاح کی تقریب منعقد ہو گئی
آج ایک سچی حجلہ عروسی کی سیج سجائی گئی تھی
آج امداد نے شراب سے پرہیز کیا تھا
وہ حلال کام اب حلال طریقے سے کرنے کا عزم لیکر آیا تھا
لیکن ہونی تو ہوتی آئی ہے۔ ہونی تو ہو کر رہتی ہے
امداد روبی کے نزدیک بیٹھا گیا.. آج روبی کا مدہوش کن حسن ایک عجب قیامت ڈھا رہا تھا
نشہ روبی کی جوانی کا تھا جو شرابوں سے بڑھ کر نشہ آور تھا
اس نے پیار سے روبی کو پکارا.. روبی
روبی اسکی آغوش میں سما گئی اسے اپنے نصیب پر رشک آرہا تھا۔ وہ ایک مضبوط اور اچھے
انسان کی بانہوں میں تھی

لیکن نہ جانے کس خیال کے تحت روبی کے منہ سے نکلا
امداد..... کیا تم جانتے ہو نازیہ کا باپ کون تھا؟؟؟
امداد حیران تھا... روبی کیا بتانا چاہتی ہے.. یہ کونسا موقع ہے اس طرح کی بات کا.... کیا وہ
...کوئی راز کھولنا چاہ رہی تھی

امداد نے اس سے پوچھا... ہاں بتاؤ روبی نازیہ کا اصل باپ کون ہے؟؟؟
کیا تمہارے مرحوم شوہر کے علاوہ بھی کوئی شخص تمہاری زندگی میں آچکا ہے؟؟؟ امداد نے
..الجھے ہوئے لہجے میں جاننا چاہا

..امداد.... میں نے برسوں پہلے تمہیں اپنا سب کچھ سونپ دیا تھا

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

..آج اپنا ایک بوجھ اور تمہیں سونپنا چاہتی ہوں
.اب تم میرے شوہر ہو.. تم سے کچھ بھی پوشیدہ رکھنا اب میرے بس میں نہیں ہے
.روبی تم مجھے کیوں پریشان کرے جارہی ہو
.مجھے سب کچھ بتادو. اپنا بوجھ ہلکا کرلو
.امداد بہت الجھ رہا تھا
...جانتے ہو امداد میری بیٹی کا باپ کون تھا
ہاں کون تھا،؟؟؟
.وہ میرا بھائی تھا

روبی کے منہ سے یہ الفاظ سُن کر امداد کو لگا گویا کسی بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو. وہ ہڑبڑا
.کر روبی سے الگ ہو گیا
..یہ تم کیا کہہ رہی ہو.... کہہ دو کہ یہ جھوٹ ہے.. تم.. تم مزاق کر رہی نا
نہیں امداد میں نے تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولا. مزاق بھی نہیں کر رہی ہوں. تم پہلے میری
بات تو سن لو
امداد کھڑا ہو گیا.. اسنے کمرے میں رکھے جگ سے پانی کا گلاس بھرا اور غٹا پی گیا. وہ چند
لمحے وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا.. پھر اسنے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر چلا گیا
.امداد جاچکا تھا. کبھی واپس نہ لوٹنے کیلئے
.روبی کی سیج اجر چکی تھی. اسے نکاح کے جیسا حلال فریضہ راس نہیں آسکا تھا
.وہ کمرے میں لگے آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی
.اسکے سامنے ایک دلہن نہیں غلاظت میں لتھڑی کوئی مکروہ شے دکھائی دے رہی تھی
آج اسنے اپنا راز ایک مرد کے سامنے ظاہر کر کے یہ یقین پایا تھا کہ اسکا جرم ناقابل برداشت
.ناقابل معافی ہے

.ماسی کمرے میں آگئی تھی. نازیہ اسکی گود میں سو رہی تھی
روبی نازیہ کو اپنی گود میں لپٹا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی
امداد نے اُسے طلاق نامہ بھیج دیا.. اس نے مہر کی رقم ایک لاکھ روپیہ بھی ساتھ بھیجا تھا

طلاق نامہ میں واضح درج تھا کہ وہ روبی اور نازیہ کی کفالت کے لیے ہر ماہ پانچ ہزار روپیہ بھیجتا رہے گا۔

یہ وعدہ امداد علی نے اپنی آخری سانس تک نبھایا۔
ایک رات وہ ہارٹ اٹیک سے چل بسا۔

..سجاد دم بخود ہو کر روبی کی کہانی سن رہا تھا#
اسنے دیکھا روبی اپنے آپ میں سمٹ کر خاموش آنسو بہا رہی تھی
سجاد نے والہانہ اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا
میں سمجھ گیا ہوں روبی۔ تم کبھی بھی مجرم نہیں تھیں
مجرم غفور تھا جو تمہاری معصومیت کو خرید رہا تھا
جرم تمہارے باپ نے کیا تھا جو اپنے نشے اور چند پیسوں کی خاطر تمہیں نیلامی پر چڑھا رہا
تھا۔

میں تمہاری ماں کو مجرم سمجھ نہیں سکتا.. وہ بھی تو اس سوسائٹی کی لاتعداد عورتوں کی طرح
کچلی ہوئی بے زبان جانور جیسی تھی جسے اسکی خواہشوں کے برعکس کھونٹے سے باندھ دیا
جاتا ہے اور وہ اپنی قید کو اپنا مقدر جان کر خاموش رہتی ہے
مجرم تم نہیں یہ معاشرہ اور سوسائٹی ہے جہاں کے معزین مجرمانہ گناہوں کو برپا ہوتے دیکھ کر
خاموش تماشین بن کر نظارہ کرتے ہیں اور جہاں موقع مل جائے خود اسکا حصہ بننے کو تیار
رہتے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ یہاں پر دوسروں کی بہن بیٹیوں کی ننگی تصاویر کا خزانہ ساتھ لیکر گھومنے
والے اپنی بہن بیٹی کی چاہت اور اسکی محبت کو بدترین جرم سمجھ کر انہیں قتل کر ڈالتے ہیں۔
یہاں غیرت اور بیغیرتی کے معیار بہت سفاک ہیں
میں تمہیں گناہ گار نہیں سمجھتا... تم آج بھی اتنی ہی معصوم ہو جتنا غفور کے چنگل میں جاتے
وقت تھیں۔

تم اب خود تنہا نہ سمجھنا.. میں تمہیں اپنی دلہن... اپنی عزت بناؤنگا.. میں امداد کی طرح
...تمہیں چھوڑ کر بھاگنے والوں سے نہیں ہوں

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

..روبی سجاد کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی
میں جانتی ہوں سجاد، جہاں ہرگلی محلے کے کونوں پر جنسیت زدہ بیمار اور کھوکھلے انسان
موجود ہیں وہاں تم جیسے انسانیت کے علمبردار بھی کم نہیں ہیں
میں ہمیشہ حالات کے جبر کا شکار بنتی رہی ہوں
مجھے سمجھ آگئی ہے تباہی کسے کہتے ہیں
پھر میں کس طرح خود کو تباہی کا سبب بناسکونگی
سجاد تم بہت اچھے انسان ہو
لیکن میں تمہاری شادی شدہ زندگی میں تباہی کی دراڑ نہیں ڈال سکتی
میں تم سے تو کیا اب کسی سے شادی نہیں کرونگی
سجاد حیرانی سے روبی کے چہرے کو تکتا رہ گیا
جہاں اسے ایک عزم صاف دکھائی دے رہا تھا
سجاد روبی سے ملتا رہا اور اس سے اپنا فیصلہ بدلنے کی التجائیں کرتا رہا
روبی سمجھ رہی تھی.. اسے احساس تھا کہ وہ کسی نہ کسی دن سجاد کے جذبے اور اسکی
والہانہ محبت کے آگے ڈھیر ہوجائے گی۔ وہ کمزور تھی... کمزور پڑجائے گی
روبی نے اپنا سامان سمیٹا اور خاموشی سے نازیہ کو لیکر اپنے آبائی شہر کو لوٹ گئی

--- اختتام ---

ALSO READ NEXT PAGE



KOH NOVELS - URDU

اگر آپ میں بھی ہے لکھنے کا ہنر اور لکھنا چاہتے ہیں
تو کوہ ناولز اردو پیش کر رہا ہے سنہری موقع۔۔۔ ہم شائع کریں
گے آپکی تحریر، آپکی شاعری، آپکا ناول اور ہر قسم کی جائز
تحریر۔۔۔ ہم آپکو سپورٹ کریں گے۔ آپ لکھیں اور
بھیجیں ہمیں ہمارے فیسبک پیج پر

" KoH Novels - Urdu "

اور وزٹ کریں ہماری ویب سائٹ

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "

شکریہ

A Super Platform New Writers

" www.kohnovelsurdu.blogspot.com "